بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ماہِ اقبال کے حوالے سے فکرِ اقبال کا تذکرہ ضروری ہی نہیں بلکہ "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" کے ارشادِ رسول ﷺ کی روشنی میں اس محسنِ ملّت کا ذکر اور اس کے افکار کی اشاعت واجب بھی ہے۔ ہماری قوم نے علامہ اقبالؒ کو ایک قومی شاعر کی حیثیت سے پہچانا۔ بلاشبہ اقبالؒ کی شاعری نے ملّتِ اسلامیہ میں ایک نئی روح پھونکی، اس کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کیا، ملّی تشخص کو اجاگر کیا، ان کے افکار و نظریات نے رہنمایانِ قوم کو منزل سے ہمکنار ہونے کے لئے مہمیز کا کام دیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حکیم الامتؒ نے اس سے کہیں آگے بڑھ کر مسلمانوں کے سوچنے کے لئے نئی راہیں کھولیں، آج کے نظرات میں اقبال کی اسی فکر "تحقیق و اجتہاد" سے متعلق چند اشارات پیش کرنا مقصود ہیں۔

اقبال علیہ الرحمۃ چاہتے ہیں کہ یہ امت جو خرافات میں کھو گئی ہے، عقل و خرد سے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرے، تقلیدِ جامد کے بجائے تحقیق و تدقیق سے کام لے، حقانیتِ اسلام ثابت کرنے کے لئے دُنیا کے چیلنج کا سامنا کرے، خیرِ اُمۃ کے منصب سے عہدہ برآ ہونے کے لئے فکری استعداد پیدا کرے تاکہ راہنمائی کا حق ادا کر سکے .... حضرت اقبالؒ یہ چاہتے ہیں کہ ملّتِ اسلامیہ میں ہر دور میں ایک گروہ ضرور ایسا ہونا چاہئیے جو مسائل کے استنباط کی

صلاحیتوں سے مالا مال ہو، جو قرآن و حدیث کی روشنی میں ہر سوال کا جواب دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، اقبالؒ کی یہ فکر ایک آئیڈیل فکر ہے۔ ظاہر ہے جس قوم و ملت کو ہر دور میں اجتہاد کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرہ ور فقہاء نصیب ہوں اس کی خوش بختی میں کیا کلام! ہمارے ائمہ اور فقہاء کرام بھی مدعی نہیں تھے کہ اُن کے جملہ فرمودات کو حرف آخر سمجھا جائے، اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے اقبالؒ فرماتے ہیں، "ساری جامعیت اور ہمہ گیری کے باوجود ہمارے نظامہائے فقہ بالآخر افراد ہی کی ذاتی تعبیرات کا نتیجہ ہیں اور اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان پر قانون کے نشو و نما کا خاتمہ ہو چکا ہے، اس میں شک نہیں کہ علماء اسلام نے تو مذاہب فقہ کے بارے میں کچھ ایسی ہی رائے قائم کر رکھی ہے مگر اس کے باوجود انہوں نے اجتہاد کی ضرورت سے کبھی انکار نہیں کیا، سطور بالا میں ہم ان اسباب کی طرف اشارہ کر آئے ہیں جو میرے نزدیک علماء اسلام کی اس روش کے محرک ہوئے ہیں، لیکن اب کہ زمانہ بدل چکا ہے اور دنیائے اسلام اُن نئی نئی قوتوں سے دو چار ہو رہی ہے جو فکر انسانی کے ہر سمت میں غیر معمولی نشو و نما کے باعث پھیل رہی ہیں، کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مذاہب فقہ کی خاتمیت پر برابر اصرار کرتے رہنا چاہیئے۔ ائمہ مذاہب کا کیا بھی دعویٰ تھا کہ ان کے استدلال اور تعبیرات حرف آخر ہیں؟ ہرگز نہیں"۔

تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ ص ۲۵۹

حضرت اقبالؒ نے اُمت کی جن اجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی طرف واضح اشارات فرمائے وہی دین کا بنیادی تقاضا ہے، مگر ان تحریروں سے یہ مراد لینا کہ اجتہاد کی آڑ لے کر دین کے بنیادی مسلّمات کو تشکیک کی نذر کر دیا جائے، یہ نہ ہی اقبالؒ کا مطمح نظر تھا اور نہ ہی دین میں اس کے لئے کوئی گنجائش ہے، عبادات کے علاوہ وہ تمام مسائل بھی جن کے سلسلے میں صریح نصوص وارد ہو چکی ہیں یا اجماع امت سے وہ امور طے پا چکے ہیں کسی مجتہد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اُن سے

متعلق رائے زنی کرے، مثلاً رجم ہے، قطع ید ہے یا اس طرح کے دیگر مسائل، ان میں کسی نئے اجتہاد کی کیا اور کہاں گنجائش ہو سکتی ہے، البتہ وہ امور جن سے متعلق قرآن و حدیث خاموش ہیں اور اُمت نے بھی متفقہ طور پر کسی رائے کو کبھی اختیار نہیں کیا اُن سے متعلق اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے اور کھلا رہے گا جب تک نئے نئے مسائل پیدا ہوتے جائیں گے اس وقت تک اجتہاد کے اصول پر عمل ہوتا رہے گا، آج ہمارے ہاں سیاسی نظام، انتخابات، ووٹ اور اس طرح کے بے شمار مسائل ہیں جو فقہائے وقت کی مجتہدانہ رائے کے منتظر ہیں۔

آج مختلف اوقات میں مختلف اطراف سے یہ آواز بلند ہوتی رہتی ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہونا چاہیئے، بلا شبہ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے اور کھلا رہے گا مگر اس کا یہ مفہوم کہاں سے لے لیا گیا کہ قرآن و حدیث سے بے نیاز ہو کر یا ان میں سے کسی ایک سے پہلو تہی کر کے اجتہاد کے نام پر کسی نئے دین کی داغ بیل ڈال لی جائے۔ بعض فقہاء نے مجتہدین کو تین درجوں میں تقسیم کیا ہے (۱) مجتہد مطلق (۲) مجتہد فی المذہب (۳) مجتہد فی المسائل، مجتہد مطلق سے مراد وہ فقیہہ ہے جو قرآن و حدیث سے نہ صرف براہ راست استنباط کرے بلکہ اصول اجتہاد و استنباط کا ایک منظم و مربوط نظام مرتب کرے، آج اگر ہم ذرا دقت نظر سے دیکھیں اور اجتہاد کے دروازے کو بالکل کھلا بھی رکھیں تو اس سلسلے میں جو کچھ ہو چکا ہے اس پر اضافہ ممکن نہ ہو گا، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ جیسے فقہاء نے اپنی عمریں کھپا کر اصول فقہ کا جو مربوط منظم علم مرتب کیا اس میں جزوی اضافہ تو ممکن ہے اس سے کلی طور پر صرف نظر کر کے از سرِ نو اصول فقہ کی تدوین کرنا آخر تحصیل حاصل نہیں تو اور کیا ہے؟ مجتہد فی المذھب سے مراد وہ فقیہہ ہے جو کسی مجتہد مطلق کے اصولوں پہ کاربند ہوتے ہوئے اجتہاد کرے، اجتہاد کے اس پہلو میں بھی کوئی تشنگی محسوس نہیں ہوتی، ائمہ مجتہدین کے جلیل القدر تلامذہ نے ان

مذاہب کو اس قدر وسعت اور دقت نظر سے مرتب کر دیا ہے کہ اس سے مستغنی ہو جانا کوئی دانشمندی نہیں، تیسرا درجہ ہے مجتہد فی المسائل، اس سے مراد وہ فقیہہ ہے جو کسی خاص مجتہد کے اصول استنباط سے کام لے کر درپیش مسائل کا حل تلاش کرے، اجتہاد کی یہ قسم ہر زمانہ میں موجود رہی ہے اور کبھی بھی فقہائے اُمت نے اس کی ضرورت سے انکار نہیں کیا آج بھی ہمارے اہلِ علم نئے پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد سے کام لے ہی رہے ہیں۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اقبالؒ نے تقلید محض سے گریز کا جو درس دیا ہے، وہ مبنی بر حقیقت ہے لیکن اگر آج کی تحقیقی کاوش کا ماحصل تحصیل حاصل ہو یا اساسیات اسلام سے گریز ہو یا محض شوق اجتہاد کی تکمیل ہو تو پھر ایسا اجتہاد نہ شرعاً مطلوب و مستحسن ہے اور نہ عقلاً پسندیدہ کہا جا سکتا ہے۔

اقبالؒ نے عصر حاضر کی تحقیق اور اجتہاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے رموز بے خودی میں ایک مستقل باب باندھا جس کا عنوان ہے" در بیاں این کہ در زمان انحطاط تقلید از اجتہاد اولیٰ تر است۔

اقبالؒ فرماتے ہیں

اجتہاد اندر زمانِ انحطاط ، قوم را برہم ہمی پیچد بساط
ز اجتہاد عالمان کم نظر ، اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

ذوق جعفر کاوش رازی نماند ، آبروئے ملت تازی نماند
تنگ بر ما رہگذار دیں شد است ، ہر لئیمے راز دار دیں شد است

(رموز بیخودی)

اقبالؒ بال جبریل میں ایسے اجتہاد کے بارے میں جو تمام حدود و قیود سے آزاد ہو فرماتے ہیں۔

گو فکر خدا داد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

(بال جبریل)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے مگر ایسا اجتہاد جو قرآن و سنت کی روشنی میں ہو جس سے مسلمات پہ کوئی آنچ نہ آئے جس سے اتحاد اُمت میں کوئی رخنہ اندازی واقع نہ ہو، جس سے اُمت کی فقہی اور قانونی روایات کا تسلسل قائم رہے یہ بات اجتہاد فی المسائل سے پوری ہو سکتی ہے جس کی بابت ہمیں امام غزالی کے خیالات سے خاصی مدد ملتی ہے ، ان کی رائے میں

"جو کوئی قیاس سے اجتہاد کرنا جانتا ہے وہ اجتہاد کر سکتا ہے اور قیاسی مسائل میں فتویٰ دے سکتا ہے اگرچہ وہ علم حدیث میں مہارت نہ رکھتا ہو، اور جو شخص میراث کے مسئلہ پہ غور کرے اس کے لئے کافی ہے کہ وہ اس مسئلہ میں مہارت رکھتا ہو اگرچہ وہ تحریم مسکرات اور نکاح بلا اذن ولی کے سلسلے میں وارد ہونے والی احادیث سے ناواقف ہو اس لئے کہ اس مسئلہ میں ان کے جاننے سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تو ان سے ناواقف ہونا اس مسئلہ کا حل معلوم کرنے کے لئے کیسے رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اور جو شخص ذمی کے قتل کے بدلے میں قتل مسلم سے متعلق احادیث اور ان کے طریق تصرف پہ نظر رکھتا ہو تو اس کے لئے علم نحو سے اس قدر ناواقفیت کہ وہ اس آیۃ وامسحوا برؤسکم وارجلکم

الی الکعبین" کی نحوی توضیح نہ کر سکے اس کے لئے کوئی نقصان دہ بات نہیں، اور مفتی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ہر مسئلہ کا جواب دے چنانچہ امام مالک سے چالیس مسائل کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ان میں سے چھتیس کے متعلق فرمایا کہ میں نہیں جانتا، اس طرح کتنے ہی مسائل ہیں جن کے بارے میں امام شافعیؒ بلکہ صحابہ کرامؓ تک نے توقف فرمایا۔"

(المستصفیٰ ص ۱۰۳)

امت مسلمہ علم اور فکر کی دولت سے مالا مال ہے اگر ارباب علم باہمی مناقشات سے آزاد ہو کر قرآن و حدیث کی روشنی میں سوچیں اور اپنے اسلاف کے علمی ورثہ میں اضافہ کے لئے کوشاں ہو جائیں تو اقوام عالم کی راہنمائی کا تاج انہیں ہی نصیب ہو گا۔

(مدیر)